ڈاکٹر محمد تعظیم

خطبہ حجۃ الوداع: اور انسانی حقوق

رسول خدا حضرت محمدؐ نے جب خالق کائنات کی وحی ''اقراء باسم ربک الذی خلق لے'' اور نبوت کا مژدہ سنا تو آپ خالق کون ومکان کے دین کی اشاعت وتبلیغ میں اپنی بے سروسامانی کے ساتھ دامے، درمے، سخنے مصروف ہوگئے اور یہ مشن ایک ایسے معاشرہ میں انجام دینا تھا جس میں انسانیت، اخوت، ہمدردی، پیار ومحبت کا فقدان تھا۔ اور جس معاشرہ کی امتیازی شان کشت وخون، نفرت، عداوت کینہ، بغض وحسد، عائلی وقبائلی عصبیت، فتنہ پروری، شرانگیزی، جرأت وبہادری کا مظاہرہ ہوا کرتی تھی۔ جہاں لوگ توہم پرستی، بدعقیدگی وبدکاری میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جہاں خواتین کو صرف ایک شئی سمجھا جاتا تھا۔ بیٹی کی پیدائش خاندان کے ماتھے پر کلنک تصور کی جاتی، اسی لئے بیٹیوں کو قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے کا شیطانی رواج قبائل قریش وکندہ میں عام اور قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ محرمات سے نکاح کا عام دستور تھا۔ سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنی سگی ماں کے سوا باقی تمام سوتیلی ماؤں کا مالک بن جاتا جو اس کے حق وراثت کا حصہ تھا۔ لہٰذا ایسے معاشرہ میں لوگوں کو صلح، اصلاح اور خدائے واحد کی پرستش پر آمادہ کرنا دشوار تو ضرور تھا مگر ناممکن نہ تھا۔ آپؐ نے اپنی ۲۳ سالہ محنت شاقہ سے یہ ثابت کردیا کہ کس طرح ایک پچھڑے ترین معاشرے کو صراط مستقیم پر گامزن کرکے ایک مثالی معاشرے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

سید امیر علی خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں '' آپ کی زندگی ایک

گرانقدر کام کو بہ نحو احسن انجام دینے کی بہترین سرگزشت ہے۔ آپ نے ایک مردہ وافسردہ قوم میں زندگی کی روح پھونک دی۔ آپ نے باہم برسرپرخاش قبیلوں کے مجموعہ متفرقات کو وحدت بخش کر ایک ایسی قوم بنادیا، جس کا محرک عمل حیات ابدی کی امید تھی۔ روشنی کی جو منتشر شعاعیں اس وقت علیحدہ علیحدہ دل انسانی پر پڑی تھیں۔ انھیں لے کر آپ نے ایک نقطہ پر مرکوز کردیا۔ یہ تھا آپ کا کارنامہ اور آپ نے اسے ایک ایسے ذوق وشوق اور جوش وخروش سے انجام دیا جو مخالف قوتوں سے کسی قسم کی مصالحت قبول نہ کرتا تھا۔ اور جس کے لئے کسی ایک مقام پر پہنچ کر ساکن ہوجانا بعید از تصور تھا، ایک ایسی ہمت مردانہ سے انجام دیا جو کسی قسم کی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاتی تھی اور جو خوف نتائج سے بالکل بری تھی۔ ایک ایسی وحدت کے مقصد سے انجام دیا جس میں اپنی ذات کے خیال کی کوئی گنجائش نہ تھی۔[۷]

خالق کائنات کی طرف سے اس اعلان ”اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔“ (ترجمہ) جب خدا کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوچکا اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین میں فوج کی فوج داخل ہورہے ہیں تو خدا کے حمد کی تسبیح پڑھو اور استغفار کرو۔ خدا توبہ قبول کرنے والا ہے[۸] کے بعد اگر ایک طرف رسول خدا کو یہ احساس ہوگیا تھا کہ نبوت کا مشن پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے تو دوسری طرف آپ کے صحابہ کی ایک جماعت کو بھی اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ رسول اللہ خدائے مطلق کا ابدی پیغام پہنچا چکے اور اب وہ ہمارے درمیان زیادہ عرصہ نہ رہ سکیں گے۔ لہٰذا آپ نے اپنا آخری حج کرنے کا ارادہ کیا۔ اس خبر کے بعد مسلمانوں کی ایک تعداد کثیر حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوئی تا کہ وہ رسول خدا کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کرسکے۔ آپ مدینہ سے روانہ ہوکر نو دن کی مسافت کے بعد ۴/ ذی الحجہ ۱۰ھ کو اپنے خاندان ورفقا کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا ”اے خدا! اس گھر کو اور زیادہ عزت وشرف دے۔“ طواف کعبہ کے بعد صفا ومروہ پر حاضر ہوئے۔

۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو منیٰ میں قیام کیا۔ اگلے روز ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو میدان عرفات میں پہنچے اور یہیں پر ناقہ پر سوار آپؐ نے وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو حقوق البشر کا عالمی و آفاقی منشور ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع۔ وحدت الٰہی اور وحدت آدمؑ کا ایسا آفاقی اعلان نامہ ہے جسے انسانی تہذیب کے روحانی، ودانشورانہ تخلیقی سفر کی منزل مراد کہا جا سکتا ہے۔ یہ اعلان اس ازلی وابدی انسانی موقف کی حتمی دستاویز ہے کہ تمام انسان اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ان کا خالق ایک ہے اور مورث اعلیٰ ایک ہے۔ اور سب انسانوں کی تخلیقی ساخت ایک ہے یعنی مٹی۔ یہ اعلان ایک ایسی تلوار ہے جس نے انسانوں کے دل ودماغ اور نفس کے گرد لپٹی رنگ ونسل، ذات برادری، خاندان اور طبقوں کی زنجیریں کاٹ کر رکھ دی اور انسانی روح کو اس کے بے پناہ تخلیقی امکانات سے آشنا کیا۔ اور اس کی فطری صلاحیتوں کو پھلنے پھولنے کا ایسا وسیع میدان عطا کیا جہاں پر ہر چیز کا معیار صرف انسانی عمل ہے ایسا انسانی عمل جو تقویٰ اور پرہیزگاری سے عبارت ہے۔"

مختلف روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں دو خطبے، ۹ اور ۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ کو عرفات اور منیٰ کے میدان میں دیئے تھے۔ جنہیں عام طور پر خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ خطبہ بلاغت نبویؐ کے اعلیٰ نمونہ کے حامل ہونے کے علاوہ اسلامی قانون واخلاق کا بھی جامع ہے۔ جو تکمیل نبوتؐ کے اعلان کے ساتھ ساتھ اخوت ومساوات، حریت، عفو ودرگذر استحصال کے خلاف آواز، صحت مند معاشرہ کی تعمیر، حقوق نسواں، ہمدردی، حق وراثت، امن وامان اور حقوق العباد کا ایک بین الاقوامی منشور بھی ہے۔ اس خطبہ میں رسول پاکؐ نے حقوق انسانی کے اصولوں کا واضح اعلان کر دیا تھا، فقہاء اسلام نے ان اصولوں کو حسب ذیل قانونی دفعات میں مرتب کر کے پیش کیا ہے۔

۱۔ نسل انسانی کا تحفظ، روٹی کپڑا اور مکان کا حق۔

۲۔ انسانی جان کا احترام، بلالحاظ عقیدہ ومذہب ہر جان کی حفاظت کا حق۔

۳۔ انسانی مال واملاک کی حفاظت کا حق معاشی واقتصادی ترقی کرنے کے یکساں مواقع اور ذرائع کا انتظام۔

۴۔عقیدہ ومذہب کی آزادی، مذہبی پیشواؤں کا احترام۔

۵۔سماجی مساوات وآزادی، مرد اورعورت کے درمیان آقائی اور غلامی کے عام تصور کی تردید۔ ھ

اس وقت اسلام اپنی تمام شان وشوکت کے ساتھ جلوہ فروز تھا۔ اور ایام جاہلیت کے تمام لغو و بے ہودہ رسم ورواج کو مٹادیا گیا تھا۔حضور اکرمؐ نے تکمیل نبوت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! میری بات غور سے سنو! میرا خیال ہے کہ شاید اس سال کے بعد میں اس جگہ تم سے نہ مل سکوں گا اور اس سال کے بعد حج نہ کرسکوں''

ہر دور میں عصبیت وتنگ نظری سے لوگوں کومختلف طبقات ونسلوں میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔جس کو سابقہ مذاہب بھی ختم کرنے میں ناکام رہے تھے سلاطین وامراء کی برابری کرنے کی ہمت عام آدمی میں نہ تھی شرفاء اپنے کو بالاترمخلوق تصور کرتے تھے۔علماء عام آدمی کو منہ لگانے کو تیار نہ تھے۔غلام انسانی سماج میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ اہمیت کے حامل نہ تھے مگر آپ نے بیک قلم مختلف رنگ ونسل کے انسانوں کو آپس میں بھائی بنادیا۔ اور مساوات کا عالمی سبق دیتے ہوئے انسانی سماج کے امتیازات کی تمام حد بندیوں کوتوڑدیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے بہت سے خاندان اور قبیلے بنادیے تاکہ تم پہچانے جاسکو خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جوتم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔'' ۶

لہٰذا آپؐ نے اعلان کردیا:

''پس اب نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر۔

نہ کالا گورے سے افضل ہے اور نہ گورا کالے سے فضیلت وبرتری کا انحصار صرف تقویٰ پر ہے۔ سب لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیئے گئے ہیں۔ خبردار! اب فضیلت کا ہر دعویٰ اور اس کی بنیاد پر خون ومال کے سارے مطالبے وانتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ پس بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کی خدمت اپنے سابقہ حال پر باقی رہیں گی۔ اے قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ تم خدا کے حضور میں اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر دنیا کا بوجھ لدا ہو۔ اور لوگ سامان آخرت لے کر آئیں۔ اس صورت میں خدا کے سامنے میں کچھ بھی تمہارے کام نہ آسکوں گا۔"

عرب معاشرے میں قتل وغارت گری شان امتیاز تھی۔ اگر کسی عرب کے ہاتھوں کسی کا قتل ہو جاتا تو اس کا انتقام لینا اس کے قبیلے وخاندان کا فرض اولین تھا۔ چاہے انتقام لینے میں سیکڑوں برس کا عرصہ ہی کیوں نہ لگ جائے۔ اور اس عرصے میں فریقین کے مابین خون کی ندیاں بہنے کا سلسلہ جاری رہے۔ جو عربی عصبیت وحمیت کا پرفخر مشغلہ تھا۔ اس طرح کا انتقامی جذبہ اور عصبیت صرف عرب معاشرہ میں ہی نہ تھی بلکہ دنیا کی دیگر اقوام بھی اس مرض میں مبتلا تھیں۔ تو کیوں کر انسانی معاشرہ ترقی کی جانب گامزن رہ سکتا تھا۔ اور ترقی کے لئے امن وامان کا دور دورہ ضروری تھا۔ تو پھر محسن انسانیتؐ اس قبیح رسم کو ختم کرنے کی بات کیوں نہ کرتے۔ لہٰذا آپؐ نے اعلان کیا:

"خبردار! زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے پاؤں تلے روندی گئیں۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کا خون جو ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا ہے معاف کرتا ہوں۔"

ربیعہ بن الحارث رسولؐ خدا کے چچازاد بھائی تھے۔ مکہ کے دستور کے مطابق دودھ پلانے کے لیئے ان کے بیٹے آدمؑ بن ربیعہ کو قبیلہ بنو سعد کے سپرد کیا گیا تھا۔ ننھا منا آدمؑ بن ربیعہ ایک دن گھر کے سامنے بیٹھا تھا کہ بنی ہذیل کے ایک آدمی نے پتھر مارا جس کی چوٹ

سے آدمؓ بن ربیعہ وہیں جاں بحق ہوگیا۔ جس کے خون کا بدلہ لینا خاندان پر ادھار چلا آتا تھا۔ جس کو محسن انسانیت نے اس مبارک تقریب میں معاف فرمایا تھا۔ تاکہ صحت مند معاشرہ کی تشکیل کے لئے امن وامان کا قیام ممکن ہوسکے اور انسان کا احترام کیا جاسکے۔

اس زمانے میں عرب دنیا اور دیگر ممالک میں بھی سودی کاروبار کا رواج تھا۔ سود در سود کے حصول کی خاطر سرمایہ دار غرباء کا ریشہ ریشہ جکڑ لیتے تھے۔ جس کے باعث مقروض قرض خواہوں کے غلام بن جاتے۔ اور پھر استحصال کا ایک نیا دور دورہ شروع ہوجاتا جس سے آزادی کبھی ممکن ہی نہ تھی۔ لہذا محسن انسانیتؐ نے انسانی سماج کی اس سب سے بڑی لعنت کو ختم کرنے کا اعلان کیا فرمایا۔

"نہ ظلم کرو نہ ظلم سہو، اللہ نے حکم دیا ہے سود نہ رہنے پائے۔ لہذا دور جاہلیت کا سود اب ختم کیا جاتا ہے۔ اور میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں اور اب یہ کالعدم ہے۔"

رسولؐ خدا نے ان بدترین رواج کو ختم کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ اور اپنے خاندان کو مثال بنا کر پیش کیا تاکہ لوگ اتباع کریں اور مثالی معاشرہ کی تعمیر میں معاون بن سکیں۔ آپ مزید وضاحت کرتے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہوئے:

قریش کے لوگو! اللہ نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کرڈالا۔ اور باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر ومباہات کی اب کوئی گنجائش نہیں لوگو! تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزت وآبرو کی حرمت اسی طرح تم پر واجب ہے جس طرح تمہارے لئے اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت واجب ہے۔ اور عنقریب تم اپنے پروردگار سے جاملو گے۔ اور تم اپنے اعمال کے جوابدہ ہوگے۔"

ظاہر ہے خاندانی عزت ومرتبہ اب تقویٰ کا معیار نہ تھا بلکہ اعمال تقویٰ کے معیار تھے۔ رسول خداؐ نے کہا:

''قتل عمد میں قصاص لیا جائے گا۔ قتل خطا وہ ہے کہ جب کسی کو لاٹھی یا پتھر مارنے سے قتل کیا جائے اور اس میں سو اونٹ (بطور خون بہا) ہیں جو اس سے زیادہ مانگے تو وہ زمانہ جاہلیت والوں میں سے ہوگا''

عربوں کے لحاظ سے جن کی دولت اونٹ تھی یہ کافی سخت سزا تھی۔ پیغمبر خدا نے ایک نیا نظام سیاست ترتیب دیا اور اس بات کی وضاحت کردی کہ جرم کی سزا صرف مجرم کو ہی ملے گی۔ اس کے لواحقین یا افراد خانہ اس کی سزا کے مستحق نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اور سزا کا حقدار صرف مجرم ہی ہوگا نہ کہ اس کے اعزاء واقارب۔ آپ نے واضح طور پر اس کا اعلان کیا اور کہا۔

''جان لو! مجرم خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا کسی شخص کے لئے اپنے کسی بھائی کی چیز لینا جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ اپنی خوشی سے نہ دے۔ بس تم ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہ کرو۔''

آپ نے حقوق العباد کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

''قرض ادا کیا جائے گا۔ امانتاً لی ہوئی چیز واپس کی جائے گی۔ تحائف کا لین دین ہوگا اور ضامن تاوان کا ذمہ دار ہوگا''

اسلام کے آغاز سے قبل دنیا میں عورتوں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ ان کو دیوی بنا کر توپوجا جاتا تھا مگر عام زندگی میں ان کے استحصال کا کوئی موقع نہیں گنوایا جاتا تھا۔ ان کی وقعت ایک کھلونے سے زیادہ نہ تھی۔ انھیں سامان تعیش سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کی حیثیت ملک وجائیداد سے زیادہ نہ تھی۔ عرب دنیا میں باپ کے مرنے کے بعد اس کی تمام بیویوں کا حقدار ماں کو چھوڑ کر بڑا بیٹا بن جاتا تھا۔ جنسی بے راہ روی عام تھی۔ عورتوں کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے۔ اور نہ سماج میں کوئی مقام میسر تھا۔ لہذا آپ نے اعلان کیا:

'اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر بھی ان کے

کچھ حقوق واجب ہیں۔ ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں۔ (بدکاری کے لئے) جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اور تمہارے گھروں میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ ہونے دیں جس کو تم پسند نہ کرتے ہو'' بجز تمہاری اجازت کے۔ اور ان پر تمہارا یہ بھی حق ہے کہ وہ تمہارے حقوق کی حفاظت کریں کوئی خیانت نہ کریں اور بے حیائی کا کوئی کام نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تمہارے رب نے اس کی اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خوابگاہوں سے علیحدہ کردو (اور اس پر بھی باز نہ آئیں تو) ان کو معمولی جسمانی سزا دو۔ اگر وہ باز آجائیں تو ان کو حسب دستور کھلاؤ، پہناؤ۔''

''خبردار! کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے۔ عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرو کیونکہ وہ تمہاری نگرانی میں ہیں۔ اور وہ اپنے لئے خود کچھ نہیں کرسکتیں۔ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے انکو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور کلمات الٰہی کے ذریعہ سے انھیں اپنے لئے جائز اور حلال کیا ہے۔''

بچہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ جس نے حرام کاری کی اس کی سزا سنگساری ہے اور اس کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ اور جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا اپنے مالک کے بجائے کسی اور کو اپنا مالک ظاہر کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے۔''

اس طرح آپؐ نے ایک صالح معاشرہ کی تعمیر کردی اور لوگوں کو زناکاری وعیاشی سے خبردار کردیا۔ کیونکہ یہ اعمال صالح معاشرہ کی تعمیر میں زبردست رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے زانی کو رجم کرنے کی سخت سزا کی بات کی۔ موجودہ دور میں بڑھتے جنسی جرائم وجنسی آزادی کو دیکھتے زانی کے لئے پھانسی کی سخت ترین سزا کی وکالت کی جارہی ہے کیونکہ عدالت میں قانونی موشگافیوں کے سبب زانی عام طور پر سزا سے بچ جاتے ہیں اور موجودہ قوانین کی لچک کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پھر جنسی بے راہ روی کی وجہ

سے نطفہ کی صداقت کو لے کر جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جدید سائنس کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے کہ نطفہ کس کا ہے۔لیکن اسلام نے اسی لئے ان معاملات میں واضح ہدایات جاری کردیں تھی۔آج کل معاشرہ طلاق کی لعنت میں مبتلا ہے مگر یہاں پر آپؐ نے علیحدگی کے واضح اسباب بیان کر کے اس لعنت سے بچنے کی ایک طرح تلقین فرمادی۔ اور حتی الامکان صلح و صفائی کی گنجائش کی وضاحت کردی۔ تاکہ خانگی زندگی کے انتشار کو روک کر صالح معاشرہ کی تشکیل وتعمیر ممکن ہو۔ ساتھ ہی آپ نے سماج کے ایک اور جھگڑے وراثت کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کا حل بتادیا۔ کیونکہ معاشرہ میں ایک برائی وراثت سے متعلق جنگ بھی ہے ترکہ وجائیداد کو لے کر خاندان کے خاندان یہاں تک کہ مملکتیں تک تباہ برباد ہوگئیں۔ یہی نہیں بلکہ اس کو لیکر کشت وخون کا بازار گرم ہوجاتا ہے لہذا آپؐ نے واضح الفاظ میں میراث کے قانون کی وضاحت کرتے ہوئے وصیت کو ممنوع قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالےٰ نے ہر وارث کے لئے (مرنے والے کی) میراث میں اس کا حصہ مقرر کردیا ہے اور کسی کو وارث کے لئے (مزید) وصیت جائز نہیں ہے اور وصیت (ترکے کے) ایک تہائی سے زیادہ کے لئے درست نہیں۔“

اس زمانے میں غلامی کا دستور عام تھا۔ اور ان پر ظلم واستحصال کی کہانی طویل تھی۔ قدیم آئین (Ancient Law) کا مصنف مائنے Maine کہتا ہے ”کسی اور کی جسمانی طاقت کو اپنے آرام وآسائش یا راحت ومسرت کے لئے استعمال کرنے کی خواہش ہی بلاشک وشبہ غلامی کی بنیاد ہے اور یہ خواہش اتنی ہی قدیم ہے جتنی فطرت انسانی۔“ ۲؎ غلامی کا رواج انسانی تاریخ کا ہی ہم عمر ہے۔ جس کے آثار ہر دور اور ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی ابتدا اس وقت سے ہوگئی تھی جب انسانی معاشرہ وحشت کے مرحلے میں ہی تھا اور یہ دستور اس وقت بھی فروغ پاتا رہا جب مادی ترقی وتہذیب نے اس کی ضرورت کو رفع کردیا تھا۔ بیسویں صدی تک یہ رواج بدستور قائم رہا اور آج بھی کہیں نہ کہیں اس کی جڑیں انسانی سماج میں

موجود ہیں۔ اسلامی تعلیمات اور رسولؐ خدا اور ان کے صحابہؓ کے طریق کار نے غلامی کے رواج پر ایک شدید ضرب لگائی تھی مگر ہمسایہ قوموں میں اس کی جڑیں بہت گہری تھیں اور انسانی فطرت میں بڑی کج روی پائی جاتی ہے اس لئے اسلام اس نظام کو ختم کرنے سے قاصر رہا لیکن غلاموں کے سلسلے میں سخت ضابطہ بنا کر اس رواج کو کم سے کم کرنے کی شعوری کوشش انسانی تاریخ میں صرف اسلام نے ہی کی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر محسنؐ انسانیت اس سلسلے میں مزید وضاحت نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا۔

"لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہم بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو ہاں اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ ہاں اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ تمہارے غلام (نوکر) تمہارے خدمتگار ہیں تم ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔"

اندازہ کیجئے کہ اس تعلیم کی روشنی میں غلام کا درجہ سماج میں کس قدر بلند کرنے کی کوشش رسولؐ اللہ نے کی تھی۔ پروفیسر (Snouck Hurgronje) کو" اعتراف کرنا پڑا کہ محمدؐ کے اصول کے مطابق غلامی ایک ایسا ادارہ ہے جس کا ختم ہونا مقدر ہو چکا۔"۵ کیونکہ اسلام دنیا میں امن وسلامتی، اخوت ومساوات کا پیغام لے کر آیا تھا۔ ادنیٰ واعلیٰ، آقا وغلام، گورا یا کالا، عرب یا غیر عرب خدا کے نزدیک تقویٰ کی بنیاد پر افضل ہے۔ رنگ ونسل یا علاقہ کی بنیاد پر نہیں۔ اسلام سے قبل عربوں کا نسلی تفخر اور خودسری ہی ان کی بدنظمی کا ایک بڑا سبب تھا۔ ہر شخص اپنی جگہ بزعم خود اپنے کو سردار سمجھتا تھا۔ اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری اس کے لئے باعث توہین تھی۔ اس وجہ سے ان میں اتحاد کا قائم ہونا مشکل امر تھا۔ لہذا ان کی شیرازہ بندی ضروری تھی اور اسلام نے یہ کام بخوبی انجام دیا تھا۔ رسولؐ خدا نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا:

اگر کوئی نکٹا، سیاہ فام حبشی ہی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے احکام کے

مطابق تمہاری قیادت کرے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔“

اسلام سے قبل بہت سے مذاہب پیدا ہوئے مگر صاحب شریعت کے بعد ان کے پیروؤں نے ان مذاہب کی حقیقت اور تعلیمات کو گم کردیا۔ نتیجتاً اس وقت تک تمام مذاہب اپنی اصلی حقیقت وشناخت کھوچکے تھے۔ لہذا پیغمبر آخر الزماںؐ نے اس ابدی مذہب کا ہدایت نامہ (قرآن کریم) اپنی امت کے حوالے کرتے ہوئے یہ بھی وضاحت کردی کہ بنی نوع انسان کو ہدایت دینے کے لئے اب کوئی اور نبی نہ آئے گا۔ اور وہ اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں جس کی ابتداء آدمؑ سے ہوئی تھی۔ رسولؐ خدا نے اعلان کیا:

’اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمہارے بعد کوئی نئی امت پیدا نہ ہوگی۔ میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اور وہ ہے کتاب اللہ (قرآن کریم)“ اے لوگو! مذہب میں غلو اور مبالغے سے بچو۔ کیونکہ تم سے پہلے بہت سی قومیں مذہب میں غلو اختیار کرنے کی وجہ سے برباد ہوئی ہیں۔“

انسانی تاریخ میں قوموں کی بربادی کا ایک اہم سبب ان کے باہمی نفاق وخانہ جنگی رہے ہیں۔ جس نے ان کو تاریخ کے حاشیہ پر پہنچا دیا۔ لہٰذا اس لازوال امت کے بانی کو متحدہ قومیت کے دوام کی فکر دامن گیر تھی۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خبردار! ”میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو“

ساتھ ہی صحت مند سماج کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔

”جس کے پاس امانت ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ امانت والے کو ٹھیک ٹھیک امانت ادا کرے۔“

ایک ماہر نفسیات وحکیم کی مانند انسانی فطرت کی سیمابی کو سامنے رکھتے ہوئے

مسلمانوں کو خبردار کیا اور مذہبی امور کا اعادہ کراتے ہوئے کہا:

''اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس شہر میں اب کبھی اس کی عبادت ہوگی۔

لیکن اسی بات کا امکان ہے کہ ایسے اعمال میں جن کو تم کم اہم سمجھتے ہو اس کی بات مان لی جائے گی۔ اس پر بھی وہ خوش رہے گا۔ تم اس سے اپنے دین کو بچا کر رکھنا'' پس اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ خوشدلی کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ بیت اللہ کا حج ادا کرو۔ اپنے امیر کے حکم پر چلو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' آپؐ نے لوگوں کو مزید وضاحت و تلقین کرتے ہوئے حرمت کا پھر احساس دلایا۔

''اے لوگو! نسئ (قمری سال کو شمسی سال کے برابر کرنے کے لئے اس میں وقتاً فوقتاً مہینوں کا اضافہ کرنا) تو بس کفر میں ایک اضافہ ہے۔ اس کے ذریعہ کفار گمراہی میں پڑتے ہیں کسی سال وہ اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام کر لیتے ہیں تا کہ اللہ کے حرام کیے ہوئے (مہینوں) کی تعداد پوری کرلیں لیکن اب زمانہ اپنی ابتدائی حالت پر لوٹ آیا ہے۔ جس دن خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ اللہ کے سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے مسلسل ہیں۔ (ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم) اور ایک ماہ رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان پڑتا ہے۔''

اس کے بعد آپؐ نے ختم نبوت کے اعلان کے ساتھ ساتھ حفاظت دین کی تلقین ہی نہیں بلکہ اشاعت دین کی ضرورت و افادیت کی طرف بھی اشارہ کیا تا کہ اس الہامی مذہب کی حفاظت بطریق احسن ہو سکے۔ آپؐ نے فرمایا:

''سنو! جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جن کو میرا پیغام پہنچے گا وہ ان لوگوں سے زیادہ اسے محفوظ

رکھنے والے ہوں جو اس وقت سننے والے ہیں۔"

پھر آپؐ نے مجمع کو مخاطب کر کے تکمیل دین کی شہادت حاصل کی۔ کیونکہ آپ پر فرض نبوت کے مکمل ہونے کی وحی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔"(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تمام کردی۔ اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو انتخاب کرلیا)۹ کے نزول کے ساتھ فرمان رسولؐ پر خالق کونین نے بھی اپنی مہر ثبت کردی۔ آپ نے فرمایا:

" اے لوگو! جب میرے بارے میں سوال کیا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے!

حاضرین نے (ایک زبان ہوکر) جواب دیا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے امانت کو پوری طرح ادا کیا۔ اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا۔ اور ہماری خیر خواہی فرمائی" پھر رسولؐ خدا نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا۔"اے اللہ تو گواہ رہ۔ اے اللہ تو گواہ رہ۔ اے اللہ تو گواہ رہ۔" اور اس طرح محسنؐ انسانیت نے اس آفاقی پیغام کو جو احکام خدا کی بجا آوری اور اس کی وحدانیت کے اقرار، نسلی وعلاقائی عصبیت کی مخالفت ، حقوق نسواں اتحاد واتفاق، آنے والی نسلوں کو اس دعوت کو عام کرنے کی تلقین۔ ختم نبوت کا اعلان، انسانی خون کا احترام صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین اور مسلمانوں پر اس پیغمبرانہ مشن کو ایک دوسرے تک بلا تفریق رنگ ونسل وجنس پہنچانے کی ذمہ داری کے احساس پر مشتمل تھا، پہنچا دیا رسولؐ خدا کو احساس تھا کہ جلد ہی یہ پیغام بلادعرب سے نکل کر پوری دنیا کو اپنی طرف بلالے گا ، محسنؐ انسانیت نے اپنے ان ارشادات کے ذریعہ جو کچھ پیش فرمادیا انسانی ذہن کی رسائی اس سے آگے محال نظر آتی ہے۔ دنیا کی تمام تر برائیوں کی بنیاد زرزمین اور زن کو قرار دیا گیا ہے۔ اور آپؐ نے ان کے سلسلے میں مبنی بر انصاف تشریحات پیش کردی تھیں۔ تا کہ خلق خدا ان مادی ضروریات کو بطریق احسن حاصل کرسکے۔ مشہور فلاسفر برٹرینڈ رسل(Bertrand Russell) سرورکائناتؐ اور مذہب اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے۔" میں نے دین محمدؐ

کو ایک زندہ مذہب ہونے کی امتیازی خصوصیت کی بنا پر ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اسلام تنہا مذہب ہے جس میں گوناگوں حالات، بدلتے ہوئے اطوار اور زندگی کی تغیر پذیر صورتوں سے مطابقت اور ان پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اس بنیاد پر میں پیش گوئی کرتا ہوں، اور اس کے آثار ابھی سے ظاہر ہیں کہ مستقبل میں یوروپ کا مذہب محمدؐ کا پیش کردہ دین ہوگا۔۔۔میرا عقیدہ ہے کہ اگر موجودہ دنیا کے معاملات کی زمام کار ان (محمدؐ) جیسے انسانوں کے ہاتھ میں ہوتو وہ انسانیت کو درپیش مسائل ومشکلات کا ایسا حل پیش کریں گے کہ دنیا امن وامان اور صلح وآشتی کا گہوارہ بن جائے۔[۱۰]

تصویر کا ایک رخ تو یہ تھا کہ آج سے چودہ سو سال سے بھی زائد عرصہ قبل تمدن نا آشنا معاشرہ کو انسانیت کا مکمل درس مل گیا تھا اور تصویر کا دوسرا رخ یہ تھا کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کے سبب مادی وسائل کی ترقی، بڑھتی مادیت، فلاح وبہبود کے بجائے انسان کا انسان کے ذریعہ استحصال، فطری انسانی جبلت کہ دنیا اس کی غلام ہو، حکومت کرنے کے اس کے عزائم جس کے نتیجے میں تخریب کاری اور تباہ کن ہتھیاروں کی ایجادات، جس کے سبب بیسویں صدی میں دنیا دو عظیم جنگوں کے بعد کی تباہی وبربادی، انسانی جانوں کے اتلاف اور انسانیت پر ماتم کناں تھی۔ اور مفکرین وسیاست داں حقوق البشر کا اقوام متحدہ کی جانب سے ایک بین الاقوامی منشور تیار کر رہے تھے جس کا اعلان ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو کیا گیا[۱۱] جو اعلانیہ چودہ سو سال قبل کے اعلانیہ سے کسی طور پر افضل نہ تھا۔ اقوام متحدہ کے اس منشور کی دفعات ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷ وغیرہ کے ذریعہ تمام انسانوں کو اخوت وبرابری کے حقوق کا درجہ بلا امتیاز نسل، رنگ جنس زبان قومیت یا جائے پیدائش کے دیا گیا اور قانون کی نظر میں سب کو برابر متصور سمجھا گیا۔ جبکہ اس کا اعلان تو رسول اکرمؐ نے چودہ سو سال قبل ہی کر دیا تھا۔ آپؐ نے واضح انداز میں تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دیا تھا۔ اقوام متحدہ کے اس منشور کی دفعہ ۱۶ کے تحت ہر بالغ مرد وعورت کو بلا امتیاز نسل، قوم مذہب اپنی مرضی سے شادی کا اختیار دیا گیا اور

ازدواجی زندگی وطلاق کے مساویانہ حقوق حاصل ہوئے۔ مگر رسولؐ خدا نے تو خواتین کے ساتھ بہتر اور مساویانہ سلوک کرنے اور مساوی حق وراثت دینے کا اعلان وحکم امت مسلمہ کو چودہ سو سال پہلے ہی دے دیا تھا۔ اس بین الاقوامی منشور کی دفعہ ۱۱ کے ذریعہ عدالت میں کسی فرد پر جرم کے ثابت ہونے پر سزا کا حقدار قرار دیا۔ جس کو حجۃ الوداع کے موقع پر محسنؐ انسانیت نے اپنے جرم کے ذمہ دار مجرم کو پہلے ہی سزا کا حقدار قرار دے دیا تھا۔ اس اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۵، ۱۰، ۱۲ کے ذریعہ ظلم وزیادتی اور بدبیت پر روک لگائی گئی ہے۔ جس پر رسولؐ اللہ نے پہلے ہی روک لگادی تھی اور انتقام نہ لینے، ایک دوسرے کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے اور حرمت قائم کرنے کی تلقین کی تھی۔ اقوام متحدہ کی دفعہ ۱۷ میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص ناجائز طریقے سے اپنی جائیداد سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے مال واسباب اور جائیداد کا مالک کل ہے۔ حضرت محمدؐ نے پہلے ہی وراثت کے حقوق کے قوانین کا واضح اعلان کردیا اور بے جا وصیت کو ناجائز قرار دیدیا تھا۔ بین الاقوامی منشور کی دفعہ ۱۸، ۲۷ میں مذہبی وثقافتی آزادی کی ضمانت دی گئی اور آزادی اظہار رائے، ثقافتی امور میں حصہ لینے یا نہ لینے اور کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے کی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ لیکن رسولؐ خدا نے مسلمانوں کو ان کے واضح مذہبی امور کی نشاندہی کردی تھی اور مذہبی غلو ومبالغے سے پرہیز کی تلقین کی۔ جو آزادی اظہار رائے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی مساویانہ حقوق اور مواقع بلاتفریق دینے کا اعلان کردیا تھا۔ کیونکہ قرآن عظیم مسلمانوں اور تمام انسانوں کے لئے واضح ہدایت ہے اور خدا کا قول لکم دینکم ولی دین ۲۲ موجود تھا۔ لہٰذا اس سے بڑی مذہبی آزادی کا اور کیا تصور کیا جاسکتا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع اسلامی اخلاقیات، اسلام کے انفرادی واجتماعی امور اور محسنؐ انسانیت کی تمام تر تعلیمات کے خلاصہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حقوق البشر کے ایک عالمی منشور کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ خطبہ نہ تو اتنا شاعرانہ وصوفیانہ تھا جتنا کہ حضرت عیسیٰ کا

خطبہ تھا۔ اس میں ایسی دانشمندی پنہاں تھی جو نہ صرف اعلٰی طبائع کو پسند آتی ہے بلکہ ادنٰی طبائع کی صلاحیتوں اور تقاضوں سے بھی مطابقت رکھتی ہے اور جن کے لئے اخلاقی رہنمائی نیز مثبت و مکمل ہدایات کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع ایک ایسا دستور العمل تھا جس نے اجتماعی ترقی کا ایک ایسا نمونہ فراہم کیا تھا جس کی معنویت وافادیت آج بھی مسلم ہے کیونکہ اسلام نے انسان کی طبعی وفکری سطح کو سامنے رکھتے ہوئے جو ضابطے پیش کیے وہ بقائے انسانی کے لیے مختص کیے جاسکتے ہیں اور جن سے نسل انسانی کا کوئی بھی معاشرہ وعہد چاہے وہ کتنا ہی پسماندہ ہو یا متمدن فیضیاب ہو کر نئی جہت وروشنی اور توانائی حاصل کرسکتا ہے۔

عرب کا وہ ایک بے خانماں شخص جس نے اپنی قوم کو حق کے لئے پکارا تو وہ اس کی دشمن بن گئی۔ لوگوں نے گالیاں دیں، پتھر مارے، قتل کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ حق وصداقت کا متوالا بے جاہ وحشم مبلغ اس تہذیب وتمدن نا آشنا قوم جس نے اسے ہجرت کرنے پر مجبور کردیا تھا، اس کا ہی نہیں بلکہ تمام عرب قوم کا فرمانروا بن گیا۔ جو قیصر وکسریٰ کا صرف ہمسری نہ تھا بلکہ قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہوگیا تھا۔ اس سب کے باوجود بھی اس کی فطرت وسیرت کے اوصاف وہی زہد وقناعت وہی نفاست وہی لطافت احساس وہی پاکیزہ دلی، وہی انکساری فروتنی وہی کریم النفسی اور ادائے فرض میں وہی جانفشانی یعنی وہ تمام خوبیاں جنھوں نے اسے ''الامین'' کا لقب دلوایا تھا، باقی رہے۔ جس نے اپنے آخری خطبہ میں ۲۳ سالہ پیغمبرانہ مشن کی مذہبی ودنیوی امور کی تعلیمات سے متعلق حجت تمام کردی تھی اور ایسا کوئی نکتہ نہ تھا جس کی تشنگی کا احساس اس کی امت کو باقی رہ گیا تھا۔ اور نتیجتاً ایک مثالی معاشرہ کی تشکیل کا عمل مکمل ہوگیا تھا۔ جس میں مثالی اعتبار سے روحانی واخلاقی پاکیزگی، فرد کی آزادی، فرد اور معاشرے کے مابین ایک توازن قائم تھا جس کی مثال انسانی تاریخ میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اور یہ کام ایک ایسے معاشرے میں انجام کو پہنچا تھا جہاں تمام تر غیر اخلاقی وانسانیت سوز افعال کارہائے نمایاں کا درجہ رکھتے تھے جہاں انسانیت ماتم کناں تھی اور پھر رسول خدا کی

۲۳ سالہ محنت شاقہ نے اس معاشرہ کو نہ صرف ایک مثالی معاشرہ میں تبدیل کیا بلکہ اس معاشرہ کے افراد کو انسانیت کا علمبردار بنا کر پیش کیا۔ جن کے کردار و سیرت کو آج ہم بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ جو رسولؐ خدا کی تعلیم و تربیت کا زبردست کراماتی و معجزانہ کارنامہ ہے جس کے اعتراف میں ۱۴ سو سال سے آج بھی انسان رطب اللسان ہے۔ سیرت و کردار کا ہر نیا مطالعہ ایک نیا اچھوتا اور روشن پہلو سامنے لے کر آتا ہے جو اس بات کا غماز ہے کہ اسلام نہ صرف ایک زندہ جاوید مذہب ہے بلکہ سب سے زیادہ متحرک اور فعال مذہب بھی ہے۔ جس کی ابدیت و آفاقیت سے انکار ممکن نہیں۔ جہاں انسانی صلاحیتوں کے اعلیٰ ترین تخلیقی اظہار کے پہلو اپنی پوری توانائی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور اپنی ابدی و آفاقی منزل کی طرف گامزن ہیں۔

مراجع:

۱۔ القرآن: ۹۶، سورہ العلق، آیت ۱

۲۔ روح اسلام سید امیر علی دہلی ۱۹۸۶ء ص ۲۱۰

۳۔ القرآن ۱۱۰ سورہ النصر

۴۔ خطبہ حجۃ الوداع کے متن و تفصیل کے لئے رجوع کریں

سیرہ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام جلد دوم دار المنار روڈ ۹ الباب الاخضر، میدان الحسین ص ۲۳۶ ۔ ۲۳۷۔ نور الیقین فی سیرۃ المرسلین مع اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء۔ الشیخ محمد الخضری۔ ماورالنہر ۱۹۹۲ء ص ۲۰۰ ۔ ۲۰۲۔ سیرۃ النبیؐ شبلی نعمانی، اعظم گڑھ ۱۳۷۵، ص ۱۵۰ ۔ ۱۶۹ رحمت عالم ۔ سید سلیمان ندوی، دہلی ۱۹۴۳ء ص ۱۲۴ ۔ ۱۳۱ ۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی۔ جلد ۱ اعظم گڑھ ۱۹۶۱ء ص ۸۳ ۔ ۱۱۱ ۔ روح اسلام سید امیر علی، ص ۲۱۲ ۔ ۲۱۴ حجۃ الوداع محمد ازہر عالم صدیقی دہلی ۱۹۹۹ء ص ۳۷ ۔ ۴۹ ۔ تذکرۃ الظفر عبد الشکور ترمذی فیصل آباد، ۱۹۷۷ء ص ۱۱۲ ۔ ۱۱۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹، لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۶۲ ۶۴

۵۔’’ امی القب عالم ارض وسماء بے سایہ سائبان عالم‘‘ ازمولانا اخلاق حسین قاسمی روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو۔ خصوصی ضمیمہ جشن رحمت اللعالمین نمبر مورخہ ۱۵ جون ۲۰۰۰ ص ۱
۶۔ القرآن: ۴۹ سورۃ الحجرات، آیت ۱۳
۷۔ روح اسلام ص ۲۰۵
۸۔ ’’خطبہ حجۃ الوداع کی سماجی حیثیت‘‘ ازمحمد سجاد عالم رضوی، روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو، ہفتہ واری ضمیمہ ’’حج بیت اللہ نمبر‘‘ مورخہ ۲۳ فروری ۲۰۰۲ء ص ۴
۹۔ القرآن: ۵ سورہ المائدہ، آیت ۳
۱۰۔ خطبہ حجۃ الوداع کی سماجی حیثیت‘‘ ازمحمد سجاد عالم رضوی۔ روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو، ہفتہ واری ضمیمہ حج بیت اللہ نمبر‘‘ مورخہ ۲۳ فروری ۲۰۰۲ء ص ۴
۱۱۔ بیسک ڈاکومینٹس ان انٹرنیشنل لاء۔ آئین براؤنلی۔ آکسفورڈ پریس لندن۔ منقول از ’’پندرہ روزہ دینی مشن‘‘ شمارہ ۱۳ / ۱۴، جلد ۳، مورخہ ۱۔۱۵ جولائی مورخہ ۱۶۔۳۱ جولائی ۲۰۰۲ء نئی دہلی ص ۲۔۳
۱۲۔ القرآن: ۱۰۹ سورۃ الکافرون۔ آیت ۶

حجۃ الوداع کے موقع پر فریضۂ حج کی ادائگی کے بعد شہر مکہ سے لوٹتے وقت ’’غدیرخم‘‘ کے میدان میں پیغمبرؐ عظیم الشان نے غیر معمولی اہتمام کے ساتھ مولائے متقیان امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کرتے ہوئے ایک فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ انشاء اللہ پیغمبر اکرم کے اس خطبہ و واقعہ غدیر کے سلسلے میں ایک مستند مقالہ ’’راہ اسلام‘‘ کے آئندہ شمارہ میں پیش کیا جائے گا۔

(ادارہ)

☆☆☆